

سلطنتِ جابرہ

شاہ اسماعیل شہیدؒ

ترجمہ: نعیم صدیقیؒ

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب مناصبِ امامت میں خلافت راشدہ (یا امامت تامہ) 'سلطنت عادلہ' سلطنت کاملہ، سلطنت جابرہ، سلطنت ضالہ اور سلطنت کفر کے عنوانات کے تحت مختلف طرز کی حکومتوں کے نظام کی وضاحت کی گئی ہے۔ ہم موجودہ آمریت کے دور میں 'سلطنت جابرہ' کا بیان پیش کر رہے ہیں۔ ترجمہ محترم نعیم صدیقیؒ کا کیا ہوا ہے اور یہ ۶۰ سال قبل جولائی، اگست ۱۹۳۵ء اور ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۵ء کے ترجمان القرآن میں شائع ہوا۔ (ادارہ)

سلطان جابر، اس آمر کو کہیں گے جس پر نفس امارہ کا اتنا زیادہ غلبہ ہو چکا ہو کہ نہ خوفِ خدا سے مانع ہو، نہ شرمِ مخلوق! نہ شرع کی پروا ہو، نہ عرف کا لحاظ! بس نفس کی طرف سے کوئی فرمان صادر ہوا تو جھٹ سے اس کی تعمیل ہوگی، چاہے شریعت موافق ہو، چاہے مخالف۔ اس کے نزدیک تو اپنی خواہشات کا پورا کر لینا ہی سلطنت کا منتہا ہے مقصود ہے۔ ایسے لوگوں کا "نظام حکومت"، سلطنتِ جابرہ کہلاتا ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ سلاطین جابرہ، شرع کی مخالفت میں، مزاج کی افتاد کے مطابق مختلف مدارج پر فائز ہوتے ہیں۔ کوئی سرشار کبر و نخوت ہوتا ہے تو کسی دوسرے کو ناز و تنختر کے مظاہرے کا خاص ذوق ہوتا ہے، کسی کو جور و تعدی سے اور کسی کو فسق و فجور سے خاص مناسب ہوتی ہے، کوئی صنفی لذات میں سرمست ہے تو کوئی شراب گلگوں کا رسیا ہے۔ ایک چٹ پٹے کھانوں کا شیدا ہے اور

دوسرا نفیس پوشاکوں پر فریفتہ۔ کہیں کھیل تماشے سے زیادہ دل چسپی ہے اور کہیں نغمہ و سرود سے خاص وابستگی ہے۔ بہر حال ہوا و ہوس کے راستے بے شمار ہیں اور نفس پرستی کی شکلیں لاتعداد اور اگر ان کی تفصیل شروع کر دی جائے تو اسے پورا کرنے کے لیے کئی صفحے چاہئیں۔ یہاں اس شجرِ خبیث کی چند بڑی بڑی شاخوں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے، جن سے آگے بے شمار فروغ نکلتی ہیں۔

۱- سفاہت: مخالفتِ شرع کی ایک وجہ سلطانِ جاہر کی سفاہت ہے۔ ظاہر ہے کہ نعمتِ عقل و خرد سے جو شخص محروم اور دُور اندیشی کے فن سے کورا ہو وہ کسی اصول و مسلک کی پیروی میں استقامت کیا دکھائے گا اور اس سے متانت کی توقع کیوں کر کی جاسکتی ہے؟ اس کے نزدیک وفا و استقلال کی صفت کو کوئی قیمت حاصل نہ ہوگی، نہ تنگ و عار کا اسے ذرہ بھر پاس ہوگا۔ اپنی سفاہت کی وجہ سے وہ ہر خواہش کو جس کا گزر آدمی کے دل میں ہو سکتا ہے فوراً پوری کرنے کی فکر کرے گا۔ یہ ہرگز نہ دیکھے گا کہ اس سے کیا نفع و نقصان ہو سکتا ہے اور اس کا آخری نتیجہ کیا ہونے والا ہے۔ وہ جو کچھ کرے گا بالکل بچوں کی طرح دیوانہ وار کرے گا اور جہاں جہاں منہ مارے گا ٹھیک شتر بے مہار کی طرح مارے گا۔

اس طرز کا آدمی جب منصبِ سلطنت پر براجمان ہوتا ہے تو سیاست کا سارا کاروبار چوہٹ ہو جاتا ہے، کیوں کر اس کے کروت و نہ قوانینِ شریعت کے پابند ہوتے ہیں، نہ آئینِ عرفی کے مطابق۔ ایسے شخص کی سلطنت میں کون ہے جو نالاں نہ ہوگا؟ چھوٹے بڑے اور خواص و عوام سبھی دکھ پاپا کر فریاد کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے عظیم ہے جس کی گرفت سے نادان و دانا اور غافل و ہوشیار سبھی چھوٹ بھاگنا چاہتے ہیں۔ ذیل کی حدیث میں اسی بلا کے عظیم کی طرف اشارہ ہے:

أَعِيذُكَ بِاللَّهِ مِنْ إِمَارَةِ السُّفَهَاءِ وَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ رَأْسِ السَّنْبَعِيِّنَ
وَإِمَارَةِ الْحَنَبِيَّانِ -

میں تمہارے لیے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بے وقوفوں کی امارت سے۔ مزید فرمایا کہ اللہ کی پناہ مانگو۔ (برس کی عمر) سے اور لوٹوں کی حکومت سے۔

یوں بھی فرمایا کہ:

هَلِكُ أُمَّنِي عَلَى أَيْدِي عُلَمَاءٍ مِنْ قُرَيْشٍ -

میری یہ اُمت قریش کے چند چھوکروں کے ہاتھوں تباہ ہوگی۔

۲- عیش پرستی: آپ جانتے ہیں کہ بعض لوگ کسی جبلی سب کے تحت اپنی قوتِ شہوانیہ سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی ساری قوتیں لذتوں اور راحتوں کے جنوں میں صرف ہوتی ہیں اور ان کی عقل، عیاشی کی بھول بھلیوں میں گم رہتی ہے۔ دن رات چٹ پٹی غذاؤں اور دلفریب لباسوں اور سرور بخش شرابوں کے موضوع پر کاوشیں ہوں گی، شطرنج بازی اور نوازنی کا مشغلہ ہوگا۔ رقص و سرود کے چرچے ہوں گے، عورتوں اور لونڈوں میں انہماک ہوگا، محلات تعمیر کرنے اور دل کش باغات لگانے میں خاص توجہ رہے گی وغیرہ۔ فکر و تدبیر کے گھوڑے ان میدانوں میں خوب دوڑائے جائیں گے اور دل کھول کر دافِ فسق دی جائے گی۔

اس قماش کے لوگ جب منصبِ سلطنت پر قابض ہو جاتے ہیں تو بذلہ سنج لوگ ان کے درباروں میں جمع ہونے لگتے ہیں اور خوب اچھی طرح بھانپ لیتے ہیں کہ یہاں رغبت صرف لذتوں اور راحتوں کی طرف ہے۔ پس وہ سب کھیل تماشے اور راگ رنگ کے نئے نئے ڈھنگ ایجاد کرنے میں لگ جاتے ہیں اور ایک ایک مشغلے کو بڑا لمبا چوڑا فنِ لطیف بنا کر چھوڑتے ہیں۔ پھر مدتوں محنت کر کے اسے کمال کو پہنچاتے ہیں۔ عیش پسند سلاطین بھی ایسے ہی فنون کے ماہرین کو اپنا مقرب اور خیر خواہ شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ جو کوئی مانا ہوا عیاش ہو یا بے حیا بھانڈ ہو یا چال باز دیوث ہو یا طبلہ سارنگی کا استاد ہو وہی دربارِ سلطانی میں مستدرا ہوگا۔

لیکن فسق و فجور کی یہ گرم بازاری دولت کو پھونکنے بغیر کمال کو نہیں پہنچ سکتی۔ اسے جاری رکھنے کے لیے خزانے بھر پور ہونے چاہئیں۔ چنانچہ سلاطینِ جاہرہ مجبور ہوتے ہیں کہ مال جمع کرنے کے لیے رعایا پر قسم قسم کے جور و ستم روا رکھیں اور بے دھڑک دست درازی کا مظاہرہ کریں۔ اس سے لازماً ملک میں تباہی پھیلتی ہے۔ مفلس اور کمزور لوگ بے خانماں ہو جاتے ہیں اور تاجرو زمین دار بدحال۔ اتنا ہی نہیں، یہ طوفانِ فسق و فجور بعض صورتوں میں آبرومندوں کی بے آب روائی اور پردہ داروں کی پردہ دری پر منتہی ہوتا ہے اور یہ حالت بھی سلطنت کی تباہی کا سامان بنتی ہے۔ پھر یہ کہ سلطان جب کھیل تماشوں اور نغموں، شرابوں میں مستغرق ہو گیا، تو نظامِ حفاظت و عدالت کا بگڑ جانا لازمی ہے جس کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ رعایا میں باہم جور و ستم کا بازار گرم رہے۔ الغرض

سلاطین کا فسق و فجور رعایا کی بدحالی اور ملک کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے:

إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ بَدَأَ نَبِيُّهُ وَرَحْمَةً ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَرَحْمَةً ثُمَّ مُلْكًا
عَضُوضًا ثُمَّ مُلْكًا جَبْرِيَّةً وَعُتُوًّا وَفَسَادًا فِي الْأَرْضِ يَسْتَجِلُّونَ الْحَرِيرَ
وَالْفُرُوجَ وَالْخُمُورَ، يَزُوقُونَ عَلَى ذَلِكَ وَيَنْصُرُونَ حَتَّى يُلْقُوا اللَّهَ -
یہ نظامِ نبوت ورحمت سے شروع ہوا، پھر خلافت ورحمت بنے گا، پھر سلطنتِ مستبد کی شکل
اختیار کرے گا، پھر جبر، سرکشی اور فساد فی الارض کی مملکت بن جائے گا (اس وقت کے امرا
وسلاطین) ریشم، عورت اور شراب کو بالکل حلال کر لیں گے اور اسی قسم کی کارروائیوں پر
لوگوں کو عطیے دیں گے اور ان کی مدد کریں گے، یہاں تک کہ اللہ کو جا ملیں گے۔

اس حدیث میں سلطنتِ جبر کی مکمل تعریف آگئی ہے جس سے اس کی ماہیت کا اندازہ

ہو جاتا ہے۔

فسق و ظلم کی یہ بادشاہت پوری اُمت کے لیے ایک خوفناک مصیبت ہوتی ہے، خصوصاً
اس وجہ سے کہ اہل دین و دانش سلاطین وقت سے دُور بھاگتے ہیں اور ان کی مجالس سے کنارہ کشی
کرتے ہیں اور ان کا تقرب نہیں چاہتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی معاش میں خلل آ جاتا ہے اور
اطمینانِ قلب سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس حال میں وہ اصلاحِ معاد کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں
ہو سکتے، اور نہ ان کی پوری مساعی جستجوئے راہِ حق پر صرف ہو سکتی ہیں۔

لیکن اگر وہ سلاطین وقت کے تقرب کو پسند کریں اور وہی ڈھنگ سیکھ لیں جو ان کے
تقرب کا لازمہ ہیں تو اس صورت میں انھیں سب سے پہلے دین و ایمان سے دست بردار ہونا
پڑے گا، پھر عزت و آبرو کو چھوڑنا ہوگا، پھر فحش گوئی کو اپنا خاص کمال اور نغمہ سرائی کو اپنا خاص ہنر قرار
دینا ہوگا۔ پس ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ سلاطین (جبارہ) کی ملازمت اختیار کر کے اپنے دین و
ایمان کی جڑ پر کلہاڑا نہ چلائیں۔ انھیں یہ خیال ہرگز دل میں نہ لانا چاہیے کہ اپنا دین بھی بچا لیں گے
اور زندگی کے معاشی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے درباروں سے کچھ کما بھی لائیں گے۔ ایسا خیال
کرنا خوش فکری اور غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں

ایں خیال است و مجال است و جنوں

۳- حُبِّ مال: عموماً ایسے اشخاص دنیا میں پائے جاتے ہیں جنہیں پیدائشی طور پر مال کی غیر معمولی حرص ہوتی ہے۔ مگر حرص بھی اس عجیب قسم کی کہ فقط گونا گوں اموال کے جمع ہو جانے ہی پر اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور حصولِ لذت کے لیے کچھ خرچ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ یہاں تو نفسِ اجتماعِ دولت ہی سب سے بڑی لذت اور اس کی کثرت ہی سب سے بڑی راحت ہے۔ ایسے لوگ جب اپنے خزانوں اور دینیوں کی ایک جھلک دیکھتے ہیں تو باغ باغ ہو جاتے ہیں اور انہیں ترقی کی خواہش دلوں میں اور بھڑک اٹھتی ہے؛ چنانچہ خزانے سمیٹنے کے لیے سو طرح کے دھک سہتے ہیں اور ہزار طرح کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ حد یہ کہ بھوکے ننگے رہ کے عمر گزار دیں گے مگر کیا مجال کہ اپنے خزانے میں سے ایک دمڑی بھی صرف کر سکیں۔

اب خود ہی غور کیجیے کہ ایسے لوگ اگر نظامِ سلطنت پر قابض ہو جائیں تو ان سے بجز اس کے اور کیا توقع ہو سکتی ہے کہ اپنی حرص کی آگ خوب بھڑکائیں۔ چنانچہ اہلِ زراعت و تجارت سے لے کر اغنیا و فقراتک سے حق حکمرانی (ٹیکس وصول کرتے ہیں وہ بھی اس اہتمام کے ساتھ کہ چھڑ کی ٹانگ سے لے کر چیونٹی کے انڈے تک کوئی چیز حساب سے باہر نہ رہے اور ایک رائی کا دانہ بھی کسی کو معاف نہ کیا جائے۔ بلکہ ان ظالموں کی تو دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ رعایا کے کسی فرد سے کوئی جرم سرزد ہو یا کوئی قصور کسی پر ثابت ہو جائے تو اس کی پکڑ دھکڑ اور سزا و تعزیر کے دوران میں اس کے مال و اسباب کو بہ لطائفِ الجلیل اڑا لیا جائے۔ ایسے لوگ خود بھی رات دن یہی سوچتے رہتے ہیں کہ رعایا سے کس طرح مال ہتھیایا جائے اور ان کے درباری بھی اسی موضوع پر عقل لڑاتے رہتے ہیں۔ اب جس نے پرایا مال مارنے کے لیے کوئی کارگردہ بیر گھڑی اور جس نے رعایا کو جہل دینے کا کوئی کامیاب گڑھونڈ نکالا وہی ان کا خاص امیر ہے۔ وہی خیر خواہ وزیر ہے اور وہی مخلص مشیر! اس طرح سلطانِ جاہر اور اس کے درباریوں کی مسلسل کاوشوں سے حیلہ سازی، اور فریب بازی کے فنونِ لطیفہ اپنے کمال کو پہنچتے ہیں اور ان کے اصول و فروع مدون ہو جاتے ہیں۔

رہا بجل، سو اس کے تقاضے کے ماتحت ظالم سلاطین اپنے ملازمین سے یہ تو چاہتے ہیں کہ وہ

وفاداری سے خدمت کریں اور اس خدمت کو اپنا فخر سمجھیں، مگر یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ خزانے سے کوئی ایک تیکا بھی نکالا جائے یا دینے میں سے ایک کوڑی بھی کم ہو جائے۔ چنانچہ ان سے خدمت لینے کے لیے کتنی ہی چال بازیوں سے کام لیتے ہیں اور ریاست و سیاست کی کامیابی کے لیے خلق اللہ کو بالکل مصنوعی خلق سے رام کرتے ہیں، نیز جب مناسب سمجھتے ہیں اپنے خدام کو محض تعظیم و تکریم کے نئے میں مست رکھتے ہیں۔ ان باتوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدمت تو لیتے ہیں مگر معاوضہ کچھ نہ دینا پڑے یا اگر دینا ہی پڑے تو ایسے ڈھنگ سے دیا جائے کہ ملازمین کو پورا پورا حق نہ ملنے پائے، بلکہ ان کے حق میں سے جتنا ممکن ہو خزانے میں روک لیا جائے۔ مثلاً سونے چاندی میں سے کھرا مال بچا کے رکھیں گے اور کھوٹی دھات سے معاوضے ادا کریں گے یا یہ کہ زمانہ خدمت کا کچھ حصہ حساب سے خارج کر دیں گے یا پھر یوں ہوگا کہ ایک عرصے تک مفت خدمت لینے کے لیے ان کا نام دفتر کے رجسٹروں میں درج کریں گے وغیرہ!

اس قسم کی بخیل و حریص بادشاہت آخر مملکت کو تہ و بالا کر کے چھوڑے گی اور حکومت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دے گی۔ لیکن پھر بھی رعیت کے لیے یہی مناسب ہوگا کہ سلطان بخیل کے افکار و کردار پر صبر کرے اور اس سے متصادم نہ ہو۔ ورنہ اس کا اندیشہ ہے کہ وہ اب تک جو کچھ چرب زبانی اور فریب کاری کے پس پردہ کر رہا ہے اسے دھڑلے سے سرانجام دینے لگے گا اور خوب کھل کر ستم ڈھانا شروع کر دے گا۔ وجہ یہ کہ طمع اس کے خمیر میں شامل ہے اور اگر کسی وقت اس پر مال حاصل کرنے کے دروازے بند ہو جائیں گے تو وہ اپنی جبلت کے تقاضے سے مجبور ہو کر آمادہ ظلم ہو جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ:

كَيْفَ أَنْتُمْ وَأَيَّمَةٌ مِنْ بَعْدِي سَيَأْتِرُونَ لِهَذَا الْفَنِيِّ؟ قَالَ أَبُو ذَرٍّ أَمَّا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ أَضَعُ سَيْفِي عَلَى عَاتِقِي ثُمَّ أَضْرِبُ بِهِ حَتَّى أَلْقَكَ قَالَ أَوْ لَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ ذَلِكَ تَصْبِرُ حَتَّى تَلْقَانِي -

میرے بعد کے ان امرا [حکام] کے زمانے میں تمہارا رویہ کیا ہوگا، جو اس اموالِ فے کو خرچ کرنے میں اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دیں گے؟ حضرت ابوذر نے جواب دیا کہ اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اس وقت میں اپنی تلوار

اپنی گردن پر رکھ دوں گا اور اس کو تن سے جدا کر لوں گا تاکہ آپ سے جا ملوں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس سے بہتر راہ نہ بتا دوں؟ اس وقت تم صبر سے کام
لینا یہاں تک کہ مجھ سے آملنا۔

پھر فرمایا:

إِنَّكُمْ سَتَرُونَ بَعْدِي أَثَرَهُ وَأُمُورًا تُذَكِّرُونَهَا وَرُويَ أَنَّ الصَّحَابَةَ قَالُوا
يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا أَمْرًا يَسْتَلُونَنَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُونَنَا حَقَّنَا
فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا ، فَإِنَّ عَلَيْنَهُمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا
حُمِّلْتُمْ -

تم میرے بعد (غیروں پر اپنے حقوق کو) ترجیح (دینے والے امرا) پاؤ گے اور ایسی
صورت حال سے دوچار ہو گے جس کو تم ناپسند کرو گے۔ اور روایت ہے کہ صحابہؓ نے
پوچھا: یا رسول اللہ اگر ہم پر ایسے امرا مسلط ہو گئے جو ہم سے تو اپنا حق لے لیں —
لیکن ہمارے حقوق ادا نہ کریں تو اس وقت ہمارے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے
فرمایا: ان کی سنتا اور ان کی اطاعت کرنا، کیوں کہ ان کی کمائی کا بار ان کے اوپر ہے اور
تمہاری کمائی کا بار تمہارے اوپر۔

شوقِ مردم آزاری و خون ریزی

بعض اشخاص اپنی فطرت کے اعتبار سے مغلوب الغضب اور شتر کینہ ہوتے ہیں۔ ایسوں کا
جب غصہ اُبلتا ہے تو ترش روئی اور بدگوئی کی حد کر دیتے ہیں اور موذی پن کے مظاہرے میں کوئی
کسر نہیں چھوڑتے۔ یہ تو ان کے لیے ممکن ہی نہیں کہ مجرم کے قصور کی نوعیت کا خیال کریں بلکہ قانوناً
اگر مجرم کی خطا معمولی درجے کی ہو تو انہیں اور زیادہ غصہ آتا ہے کہ وہ کوئی جرم عظیم کیوں نہ کر کے
آیا۔ ایسے اربابِ ظلم، جرم کو عقل کے کانٹے پہ کیوں تولنے لگے، بس اندھا دھند ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی پر
بھی قتل اور قرقی اور تذلیل و تحقیر سے کم درجے کی سزا تجویز نہ کریں گے، کیونکہ اس کے بغیر ان کو
اطمینان قلب اور سکون خاطر حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر کسی گروہ کا محض ایک فرد اگر ان کی مخالفت کر

بیٹھا تو سمجھ لیجئے کہ اس پورے گروہ کی شامت آئی! اچھا برا کوئی نہ بچنے پائے گا۔
اب اگر دنیا کی بد قسمتی سے ایسے ہی لوگ مسندِ سلطنت پر متمکن ہو جائیں تو وہ دادِ ظلم و جور نہ دیں گے تو کریں گے کیا؟ یہ ظالمِ خدا کے بندوں کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کرتے ہیں اور عزت داروں کو ذلیل و خوار کر کے چھوڑتے ہیں۔ غلط نہ ہوگا کہ اگر انہیں بنی آدم کے لیے بھیڑیے یا کٹ کھنے کتے سمجھا جائے۔ ان کے زہریلے ڈنک سے نہ مساکین بچتے ہیں، نہ عزت و اعتبار والے، نہ غریبوں کو ان سے پناہ ملتی ہے نہ امیران کے گزند سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ ان کی ایذا رسانی ہوتی اس درجے کی ہے کہ غریب اور بے بس مسلمان ان کی ”اسلامی حکومت“ سے کفار کی کافرانہ حکومت کو ہزار درجے بہتر سمجھنے لگتے ہیں اور وہی ان کے نزدیک خدا کے بندوں کے لیے جائے امن قرار پاتی ہے۔ ایسی حالت میں ادھر رعایا سلطانِ ظالم سے رنجیدہ ہوتی ہے اور ادھر سلطانِ ظالم بھی اپنی رعایا سے بیزار ہوتا ہے۔ بس یہ اس کی تباہی میں خوش، وہ اس کے زوال میں راضی۔ اس حالت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

حَيَارُ أَيْمَتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَيَسْرَارُ أَيْمَتِكُمُ الَّذِينَ تَبْغِضُونَهُمْ وَيَبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَ لَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ -

تمہارے امرا [حکام] میں سے بھلے وہ ہیں کہ تم ان سے محبت کرو، وہ تم سے محبت کریں اور تم ان کے لیے دعاے رحمت کرو اور وہ تمہارے لیے دعاے رحمت کریں اور تمہارے امرا میں سے برے وہ ہیں کہ تم ان سے نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں اور تم ان پر لعنت کرو، وہ تم پر لعنت کریں۔

سلطانی مظالم جس طرح رفتہ رفتہ رعایا کی معاش کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، اسی طرح ان کے شجرِ ایمان کی جڑیں بھی کھودتے جاتے ہیں۔ آخر لوگ اقامتِ دین و ایمان کی فکر کیا کریں، جب کہ انہیں سلطانِ ظالم کے خوف سے ایک ساعت بھی مخلصی نہیں ہوتی۔ چنانچہ سلطنتِ ظالم کا قیام کسی مذہبِ باطل کے پھیل نکلنے کے مشابہ ہے جو ملت کے نظام اور سنت کے آئین و حدود کو توڑتا چلا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَخَافُ عَلَىٰ أُمَّتِي إِلَّا سُبُحَانَكَ بِالْأَنْوَاءِ وَجَنَافِ السُّلْطَانِ وَالتَّكْذِيبِ
بِالْقَدْرِ -

مجھے اپنی اُمت کے بارے میں صرف یہ خوف ہے کہ ا- وہ بختروں [بادلوں] سے
بارش طلب کرے گی۔ ۲- بادشاہ اس پر ظلم ڈھائیں گے ۳- اس میں قضا و قدر کا انکار
پیدا ہوگا۔

سلطانِ ظالم بعض وجوہ کے ماتحت، اگر کسی گروہ سے رنجیدہ ہوتا ہے اور اس سے انتقام
لینے پر تامل جاتا ہے تو اس کے انتقام کی تلوار مطیع اور غیر مطیع اور گنہگار و بے گنہ میں ہرگز امتیاز نہیں
کرتی، بلکہ بے دریغ سروں کو کاٹتی چلی جاتی ہے اور ملکوں اور شہروں کو بے چراغ کر کے چھوڑتی
ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ:

مَنْ حَرَجَ عَلَيَّ أُمَّتِي بِسَيْفِهِ يَضْرِبُ بِرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا يَتَخَاشَىٰ مِنْ
مُؤْمِنِيهَا وَلَا يَفِي لِيذِي عَهْدٍ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ -

جس شخص نے اپنی تلوار لے کر میری اُمت پر حملہ کیا اور قتل و غارت میں نیک و بد کی تمیز
نہ کی اور اُمت کے سچے مومنوں کو قتل کرنے سے پرہیز کیا اور نہ کسی سے اپنے عہد کا
پاس ملحوظ رکھا اس کا نہ مجھ سے کوئی تعلق ہے اور نہ میرا اس سے۔

پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی گروہ کے متعلق سلطانِ ظالم کے دل میں آتشِ غضب بھڑکتی ہے
لیکن حالات ایسے نہیں ہوتے کہ عملاً انتقام لیا جاسکے۔ اب لازماً اس کے سینے میں کینہ پرورش پاتا
رہے گا اور وہ اس تاک میں رہے گا کہ اس کینے کی بھڑاس نکالنے کا کب مناسب موقع پیدا ہوتا ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّتَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ
اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ -

جو حکمران بھی اپنی مسلم رعایا پر غدر اور خیانت کے ساتھ حکومت کرتا ہوا مر گیا اس پر اللہ
تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔

غرور و کبر

بعض لوگ ایسے پائے جاتے ہیں کہ عین ان کی سرشت میں سرکشی اور خود پسندی کا خمیر شامل ہوتا ہے۔ ان کو اپنے منہ میاں مٹھو بننے اور ڈینگیں مارنے اور شنی بگھارنے میں مزہ آتا ہے۔ اپنی ہستی کو ہمیشہ کچھ غلافوں میں لپیٹ کر رکھتے ہیں؛ کیونکہ اولادِ آدم انھیں میل جول کے قابل نظر نہیں آتی۔ دوسروں کے بڑے سے بڑے کمال کو اپنی کسی ادنیٰ سی خوبی کے مقابلے میں ہیچ ثابت کر دیں گے؛ چاہے اپنی خوبی محض ایک سرابِ تخیل ہو؛ جیسے حسب و نسب کا غرہ! دوسروں کے ساتھ کسی معاملے میں برابر ہونا تو ان کے لیے بڑی شرم کی بات ہوتی ہے؛ اس وجہ سے اپنے ساتھیوں کی تحقیر کو اپنی آبروشمار کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے زوال کو اپنی عظمت کا ثبوت قرار دیتے ہیں؛ نیز دوسروں کے کمالات کو پایہ اعتبار سے گرا گرا کر اپنی خصوصیات پر اتراتے ہیں۔ بس ان کا منہ ہاے مقصود فقط یہ ہوتا ہے کہ انھیں افرادِ انسانی کے درمیان اتنا امتیاز حاصل ہو جائے کہ کوئی ان کی برابری کی جرأت نہ کر سکے۔

اس قسم کا آدمی جب تختِ حکومت پر قابض ہوگا تو کبر و نخوت کی داد دینے کے لیے آداب و القاب، چال ڈھال، میل جول اور دوسرے تمام معاملات میں اپنی ایک امتیازی شان پیدا کرے گا۔ پھر وہ اپنی ذات کے لیے مختلف چیزیں مخصوص کر لے گا۔ ان میں کسی دوسرے کی شرکت و مساوات سے بہت رنجیدہ ہوگا بلکہ اس کی قطعی ممانعت کر دے گا۔ وہ جس تخت کو استعمال کرے گا اس پر بیٹھنا دوسروں کے لیے حرام کر دے گا؛ جس مجلس میں رونق افروز ہوگا اس میں دوسروں کا داخلہ روک دے گا؛ پھر جو خاص الفاظ اپنے لیے تجویز کر دے گا؛ مثلاً 'سلطان'، 'شاہ'، 'بادشاہ'، 'ملک' اور 'حضور اقدس' وغیرہ۔ ان الفاظ کو اگر خود سلطان کے بیٹے پر بھی کسی نے استعمال کر دیا تو وہ مجرم قرار پائے گا اور شدید تعزیر اس پر عائد ہوگی۔ الغرض ایسے لوگوں کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ کسی طرح خدا کے بندوں اور نبی کے امتیوں سے بالکل جدا اور ممتاز سمجھے جائیں کیوں کہ انھیں وہ اپنا ہم جنس تسلیم نہیں کرتے اور ہر معاملے میں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد دوسروں سے الگ ہی بناتے ہیں۔ پھر ان ظالموں کی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے قوانین، جمہور میں اصولِ دین اور ضوابطِ شریعت کا درجہ حاصل کر لیں اور ہر خاص و عام ان کی پوری اطاعت کرے؛ نیز ان کے سامنے

قیل و قال اور بحث و تہیص کی کسی کو جرأت نہ ہو۔ گویا خود یہ لوگ احکام الہی کے مخاطب ہیں ہی نہیں؛ اور نہ ان احکام کی مخالفت پر انہیں کوئی پوچھنے والا ہے۔ یہ بڑا بننے اور حکم چلانے کی خواہش جلد جلد ترقی کر کے تعلق کی صورت اختیار کرتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ نبوت یا الوہیت کا صاف صاف دعویٰ کر دیا جاتا ہے۔ اب سلطان متکبر فرعون اور نماردہ کا بھائی بن جاتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کی کوئی صفت ایسی نہیں رہ جاتی، جسے یہ ظالم اپنے پروانوں اور حکم ناموں میں اپنی ذات سے منسوب نہ کرے اور خالق اکبر کے ناموں میں سے کوئی نام ایسا نہیں چھوٹ جاتا جسے یہ جاہل اپنے لقب کے طور پر استعمال نہ کرتا ہو۔ پھر انبیا و مرسلین کے مدارج میں سے کوئی درجہ ایسا نہیں بچ رہتا کہ یہ دشمن دین اس کا مدعی نہ بنے۔ پھر خلفائے راشدین کے مراتب میں سے کوئی رتبہ ایسا نہیں باقی رہتا جس میں یہ شرارت کا استناد ان کی برابری کا دم نہ بھرتا ہو۔

غور و کبر کی یہ سلطنت جس طرح پوری اُمت کے لیے اور پورے دین کے لیے حد درجہ مضر ہے، اسی طرح بلکہ اس سے ہزار گنا زیادہ، خود اس جاہل شیخی باز کے لیے سم قاتل ہے۔ کوئی سلطان اپنی سلطنت سے وہ نقصان نہیں اٹھاتا جو سلطان متکبر اپنی سلطنت سے اٹھاتا ہے۔ یہ ظالم اپنی ہستی کو رعایا کا گویا خالق سمجھتا ہے، خصوصاً جب زمانہ اس کا ساتھ دے رہا ہو اور قسمت یاوری کر رہی ہو، یعنی دنیا اس کے پنجے میں بے بس ہو اور کسی کو سرکشی کی جرأت نہ ہو تو اس کا انداز استکبار خوب نمایاں ہو جاتا ہے اور اس کا طرہ سنجوت عرش کو چھوٹتا ہے فرمایا صاحب نبوت نے۔

إِذَا مَشَتْ أُمَّتِي الْمَطِيطَاءُ وَحَدَّمَتَهَا أَبْنَاءُ الْمُلُوكِ أَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّومِ

سَلَطَ اللَّهُ شِرَارَهَا عَلَيَّ حِينَ رَهَا -

جب میری اُمت اکڑ کر چلنے لگے گی اور فارس و روم کے شاہزادے اس کی خدمت بجالانے لگیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ اُمت کے شریر لوگوں کو اس کے نیکو کار بندوں پر مسلط کر دے گا۔

نیز فرمایا:

الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعِظْمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَارَ عَنِّي وَاجِدًا مِنْهُمَا أَذْخَلْتُهُ

النَّارَ -

کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار، سو جس کسی نے ان دونوں میں سے کسی چیز کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی اس کو میں جہنم میں جھونک دوں گا۔

اور یہ بھی کہ:

أَغِيظُ رَجُلًا عَلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَخْبِثُ رَجُلًا كَانَ يُسَمِّي مَلِكًا الْأَمْلَاقَ
لَا مَلَكَ إِلَّا اللَّهُ -

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کو سب سے زیادہ بھڑکانے والا اور بدترین انسان وہ ہوگا جو دنیا میں بادشاہوں کا بادشاہ (شہنشاہ) کہا جاتا تھا۔ [لیکن یاد رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔

پھر یہاں تک کہ:

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي كُلُّكُمْ عِبْدُ اللَّهِ وَكُلُّ نِسَاءٍ كُنَّ أُمَّاءَ اللَّهِ
وَلَكِنَّ لِيَقُولَ غُلَامِي وَجَارِيَتِي وَفَتَاتِي وَلَا يَقُولَ الْعَبْدُ رَبِّي وَلَكِنَّ
لِيَقُولَ سَيِّدِي وَفِي رِوَايَةٍ وَلَا يَقُولَ الْعَبْدُ السَّيِّدِي مَوْلَانِي فَإِنَّ مَوْلَاكُمْ
اللَّهُ -

تم میں سے کوئی کسی کو ”میرا بندہ“ یا ”میری بندی“ نہ کہے۔ تم سب لوگ اللہ کے ”بندے“ ہو اور تمہاری ساری عورتیں اسی کی ”بندیاں“ ہیں بلکہ یوں کہے کہ میرا ”غلام“ اور ”میری لونڈی“ یا ”میرا خادم“ اور ”میری خادمہ“۔ اسی طرح کوئی غلام اپنے آقا کو ”رب“ نہ کہے بلکہ ”سید“ [جناب والا] کہہ کر پکارے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا کو مولانا نہ کہے کیوں کہ تمہارا مولا صرف اللہ ہے۔

سلطنتِ جابرہ کی اقسام

سلطنتِ جابرہ جس کا مفصل بیان اوپر ہو چکا ہے دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک صورت اس کی یہ ہے کہ سلطان جابر اپنی شوخ چٹھی اور گستاخی کے باوجود ایمان کی بھی کوئی رمت دل میں رکھتا ہے اور اس سے بعض اعمالِ صالحہ بھی ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس کے اعمالِ صالحہ طریق مشروع پر منطبق نہیں ہوتے، ورنہ اہل دیانت کے نزدیک ان کو کوئی وزن حاصل ہو سکتا ہے

کیوں کہ وہ ان کی انجام دہی کے لیے اپنا ہی ایک ڈھنگ نکالتا ہے اور اپنی ہی پسند کے مطابق اقدام کرتا ہے۔ لیکن دل میں وہ ان اعمال کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتا ہے اور پورے خلوص نیت سے انہیں بجالاتا ہے، مثلاً ہوا و ہوس کی راہ میں جس دریا دلی سے اپنے خزانے لٹاتا ہے اسی کشادہ دلی سے ایک مسجد کی تعمیر پر بھی خرچ کرتا ہے اور اسے سونے چاندی کے نقش و نگار سے خوب مزین کراتا ہے اور اس کو مالی عبادت سمجھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی مسجد بنانا خود اسراف میں داخل ہے اور اسراف شریعت میں حد درجہ مذموم فعل ہے اور اس وجہ سے خدا کے ہاں اس کی مقبولیت کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی، مگر چونکہ سلطان مُسرف ہے اور اس کی رائے میں یہی اسراف انفاق فی سبیل اللہ ہے اور اسے سرانجام دیتے ہوئے وہ یہی یقین کرتا ہے کہ ایسے دینی کاموں میں جتنا زیادہ بڑھ چڑھ کے خرچ کروں گا اتنا ہی خدا کے ہاں مقبول ٹھہروں گا۔ ان خیالات کے ماتحت وہ تقرب الی اللہ کے لیے بیش بہا دولت لٹا دیتا ہے۔

دوسری صورت میں سلطان جاہر کا دل خوفِ خدا سے بالکل ہی بے نصیب ہوتا ہے اور وہ اعمال شرعی کو اخلاص سے انجام نہیں دیتا، بلکہ کچھ بطور عادت اور کچھ دنیاوی شہرت یا اہل خانہ پر تفوق کے لیے بعض احکام شریعت کی اطاعت کر لیتا ہے اور اس پابندی شرع کو جاہ و جلال کا لازمہ سمجھتا ہے۔ پس صورتِ اوّل میں تو سلطان کے اعمال کی ظاہری شکل مردود تھی اور اس کی نیت محمود۔ مگر اس دوسری صورت میں باہر بھی کھوٹ ہے اور اندر بھی کثافت!

حواشی

۱- کوئی وجہ نہیں کہ جو سلطان اسلامی مالیات کا نظم نہ وبالا کر رہا ہو اور بالواسطہ ریاست کے اندر معاشی و اقتصادی فساد پھیلا رہا ہو اس کی کارگزاریوں پر ارباب دین و دانش چپ بیٹھے رہیں۔ حدیث ابو ذر کی رو سے اتنے صبر کا مطالبہ تو کیا جاسکتا ہے کہ تلوار نہ اٹھائی جائے لیکن یہ صبر بے جا صبر ہوگا کہ زبان اور قلم کو بھی حرکت سے روک رکھا جائے۔ یہ اندیشہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ اگر سلطان بخیل کی روک ٹوک ہوتی تو مزید زیادتیوں کا امکان زیادہ ہے اور اگر تنقید و تذکیر اسے بھڑکائے بھی، تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا نا کہ سلطان ان حدود سے آگے نکل جائے جن کے اندر اس کے خلاف خروج کی اجازت نہیں ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو کچھ برائیاں نہیں۔ انقلاب کا ایک ریلا از سر نو خالص خلافتِ راشدہ کو اُبھاردے گا (ن-ص)

۲- اس روایت سے کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ اس کا مدعا یہ نہیں ہے کہ اگر تم سے معصیتِ خالق کا مطالبہ کیا جائے تو بھی اپنے امرا کے غلام رہو۔ ہرگز نہیں اس میں صرف یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر امرا تمہارے حقوق تمہیں نہ دیں تو صبر کرو اور نظامِ سمیع و طاعت کو برقرار رکھو، یعنی خروج و بغاوت سے اجتناب کرو۔ امرا کا بوجھ امرا کے سر اور تمہارا تمہارے سر۔ لیکن اگر حقوق اللہ ہی کو یہ لوگ پی جائیں تو پھر مسلمان کے لیے اطاعت کو برقرار رکھنا ممکن نہیں ہے (ن-ص)

۳- نیکی اور تقویٰ اور صالحیت حد و شرعی کے باہر کہیں نہیں پائی جاتی۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کی شریعت سے آزاد ہو کر آپ اپنے نیک ارادوں کو جس طرح چاہیں پورا کریں، نہیں! بلکہ اسلام کی شریعت سے بے نیاز ہو کر اگر آپ لاکھ تسمیعیں روز پڑھیں اور کروڑ سجدے دن رات میں کر لیں تو بھی آپ متقی اور صالح نہیں ہیں۔ تصوف نے غلطی اگر کی تو یہی کہ تقویٰ کی راہ کو شریعتِ اسلام کی حدود و اربعہ سے آزاد کر دیا۔ شاہ صاحب نے موقع پر بات واضح کر دی کہ ایسے ”اعمالِ صالحہ“ کو جو طریقہ مشروع پر منطبق نہ ہوں مومن کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں ملتی۔ (ن-ص)